جی چاہتا ہے نقشِ قدم چومتے چلیں

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ

خان یاسر

امی، ابّی اور دادا کے نام

جن سے میں نے سیکھا کہ
عظیم شخصیات
آسمان سے نہیں اترتیں
بلکہ
زمین پر پیدا ہوتی ہیں،
زمین سے وابستہ ہوتی ہیں؛
اور یہ کہ
ہر بچہ
اگر 'چاہے'
تو 'بڑا' آدمی بن سکتا ہے...

اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دلفریب، اس کی نگاہ دلنواز
نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو
رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل و پاکباز

"میری نگاہ میں ڈاکٹر محمد حمید اللہ مسلمانوں میں پہلے اور آخری مستشرق تھے۔ مستشرق میں ان کو اس لیے کہہ رہا ہوں کہ انھوں نے مستشرقین کے طریق تحقیق (methodology) پر ایسی ہی قدرت حاصل کر لی تھی جیسی غزالی نے یونانی فلسفے پر۔ وہ تحقیق اور طریق تالیف کے باب میں مستشرق ہوئے لیکن اس پہلو سے مستشرقین سے مختلف تھے کہ ان کا قبلہ درست تھا۔ ان کے اصل ماٰخذ قرآن وسنت اور مسلمانوں کے معتبر اہل علم کی تصانیف تھیں۔ انھوں نے اسلام کو جیسا کہ وہ ہے، دنیا کے سامنے پیش کیا۔...

ان کے طرز تحقیق میں صرف کتابی محنت ہی شامل نہ تھی۔ حضور پاکؐ کے سفر ہجرت کی تحقیق میں انھوں نے پاپیادہ اور گھوڑے اور اونٹ کی پیٹھ پر بیٹھ کر اس راستے پر عملاً سفر کیا جس سے حضور پاکؐ نے ہجرت فرمائی تھی اور اس طرح اس شاہراہ کو متعین کیا جو روایات میں دھندلی ہو گئی تھی۔...

ڈاکٹر حمید اللہ سے میری پہلی ملاقات اس زمانے میں ہوئی جب میں ابھی طالب علم تھا... اور وہ پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کو اسلامی دستور سازی میں مدد دینے کے لیے پاکستان آئے ہوئے تھے... ان کے علم کی وسعت اور اس کے رعب کے تحت میرے ذہن نے ان کی ایک تصویر بنالی تھی لیکن ان کو دیکھ کر مجھ کو ایک دھچکا سا لگا۔ میں نے ان کو ایک دبلا پتلا اور سادہ سا فقیر منش انسان پایا... اور جس چیز نے سب سے زیادہ حیران کیا وہ یہ تھی کہ اسمبلی کے دفتر میں کرتے پاجامے میں ملبوس اور پاؤں میں کھڑاؤں۔ میرے ذہن کے کسی گوشے میں بھی یہ تصور نہ آسکتا تھا کہ کوئی اسمبلی کے دفتر میں کھڑاؤں پہنے بیٹھا ہو گا۔[۱۳۱]"

(پروفیسر خورشید احمد)

ڈاکٹر محمد حمید اللہ

پیدائش اور تعلیم: ڈاکٹر محمد حمید اللہ، 19 فروری 1908 کو حیدر آباد دکن کے محلہ کٹل منڈی میں پیدا ہوئے۔ وہیں کے مدرسہ نظامیہ سے مولوی کامل کا امتحان دیا پھر جامعہ عثمانیہ سے بی اے، ایل ایل بی اور ایم اے اول درجے میں پاس کیا۔ اس کے بعد انھوں نے اعلیٰ تعلیم کے لیے یورپ کا رخ کیا اور جرمنی کی بون یونیورسٹی سے اسلامک انٹرنیشنل لاء کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی۔ بعدازاں فرانس کی سوربون یونیورسٹی سے عہد نبوی اور خلافت راشدہ میں اسلامی سفارت کاری کے موضوع پر مقالہ لکھ کر ڈی لٹ کی امتیازی ڈگری حاصل کی۔ اپنے لمبے چوڑے دورِ طالبعلمی میں یہ صالح نوجوان صرف ایک بار کلاس تاخیر سے پہنچا (غیر حاضری کا تو سوال ہی نہیں اٹھتا) اور وہ بھی تب جب کہ ماں کے انتقال کے بعد تدفین میں کسی قدر تاخیر ہوگئی تھی۔ پڑھائی کے بعد انہوں نے کچھ عرصے جامعہ عثمانیہ میں بطور لیکچرر بھی خدمات انجام دیں۔ اس وقت دکن میں سلطنت آصفیہ قائم تھی، حمید اللہ صاحب کو اسی سلطنت کے نمائندے کی حیثیت سے اقوام متحدہ بھیجا گیا تھا مگر ان کی واپسی سے قبل ہی حیدر آباد پر ہندوستانی پولس ایکشن کا سانحہ پیش آ گیا، اس تناظر میں ہندوستان واپس آنے کے بجائے ڈاکٹر حمید اللہ نے فرانس ہی میں سیاسی پناہ حاصل کی اور وہیں رہ پڑے۔

ایک ذات نہیں، ایک انجمن: فرانس میں سیاسی پناہ حاصل کر لینے کے معاً بعد ہی انھوں نے نیشنل سینٹر آف سائنٹفک ریسرچ اور دی فرانس کالج میں تدریس و تحقیق کا سلسلہ شروع کر دیا۔ حمید اللہ صاحب کا معمول تھا کہ وہ ہر سال، تین ماہ کے لیے ترکی جاتے جہاں متعدد موضوع پر ان کے خطابات منعقد کیے جاتے۔ اس کے علاوہ بھی فرانس و بیرون فرانس ان کے توسیعی خطبات کا سلسلہ آخری ایام تک جاری رہا۔ پاکستان کی اسلامی یونیورسٹی، بہاولپور میں دیے گئے ان کے برجستہ خطبات نے عالمی شہرت حاصل کی۔ یہ خطبات بعد میں خطبات بہاولپور کے نام سے شائع بھی

ہوئے۔ موصوف 22 سے زائد زبانوں کے عالم تھے جس میں اردو، عربی اور فارسی کے علاوہ انگلش، فرنچ، ہسپانوی، روسی، اطالوی، جرمن، تھائی، عبرانی اور سنسکرت قابل ذکر ہیں۔ موصوف نے زندگی کے ایک ایک لمحے کا کفایت شعاری سے استعمال کیا اور اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ نے 350 کتابیں اور لاتعداد ((+1000 مقالوں کا ایک قیمتی تصنیفی ذخیرہ چھوڑا ہے۔ ان کی ہر تحریر تحقیق میں اپنی مثال آپ ہے۔ مختصراً ڈاکٹر حمید اللہ نے تنہا ایسے ہزاروں کاموں کا بیڑا اٹھایا اور انھیں تکمیل تک پہنچایا جس میں سے ایک ایک کام، پورے پورے اداروں کا متقاضی تھا۔

اہم خدمات: مستشرقین کے اسلام کے بارے میں پھیلائے گئے مفروضات و اعتراضات کا اسی اعلیٰ تحقیقی نہج پر مدلل جواب دینا شاید ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ مثال کے طور پر حضرت ابو ہریرہؓ کے شاگرد ہمام بن منبہؒ کی لکھ کر جمع کی ہوئی احادیث کو دریافت اور شائع کر کے حمید اللہ صاحب نے یہ ثابت کیا کہ آپؐ کی حیات میں ہی احادیث کی تدوین کا کام شروع ہو گیا تھا نہ کہ آپؐ کی وفات کے تین سو برس بعد جیسا کہ مستشرقین کا دعویٰ تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے یہ ثابت کیا کہ بین الاقوامی قانون، عالم انسانیت کو اسلام کی دین ہے۔ ساتھ ہی ساتھ انھوں نے مدلل انداز میں یہ ثابت کیا کہ خطبۂ حجۃ الوداع (نہ کہ میگنا کارٹا) حقوقِ انسانی کا پہلا چارٹر ہے۔ انھوں نے فرانسیسی زبان میں قرآن کا ترجمہ کیا، مختلف زبانوں میں قرآن کے تراجم کی فہرست تیار کی، سیرت پر مختلف زاویوں سے اور مختلف زبانوں میں کتابیں لکھیں۔ سیرت ابن اسحاق جو ناپید ہو گئی تھی اسے مغربی افریقہ سے برآمد کر کے شائع کیا۔ ان کی تصانیف اور مقالات سے متاثر ہو کر انہی کے ہاتھوں پر اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد بعض تخمینوں کے مطابق 50 ہزار سے زائد ہے جس میں بڑے بڑے دانشور، راہب اور مورس بوکائی جیسے سائنسداں بھی شامل ہیں۔

مرد درویش: علم و تحقیق کے علاوہ ڈاکٹر صاحب کی سادگی بھی قرن اول کے مسلمانوں کی یاد دلاتی تھی۔ انھوں نے 1948 میں پیرس میں جو فلیٹ کرائے پر لیا تھا وہ ایک ایسی ٹوٹی پھوٹی عمارت میں تھا جس میں لفٹ تک نہ تھی، آخر تک انہوں نے اسی گھر میں قیام کیا۔ کپڑوں کے چند جوڑے، کھانے کے چند برتن لیکن کتابوں سے معمور گھر ان کا کل اثاثہ تھا۔ دولت کمانے سے انھیں کبھی دلچسپی نہ رہی، عمر بھر پنشن کی معمولی رقم پر گزارا کرتے رہے، کتابوں اور مقالوں پر جو رائلٹی (آمدنی) حاصل ہوتی اسے دنیا

بھر کے غرباء مساکین، بیوہ، یتیموں اور ناداروں کو منی آرڈر کر دیا کرتے تھے۔ علم و تحقیق میں عمر بھر وہ کچھ یوں غریق رہے کہ اس کے علاوہ کسی چیز کا خیال تک نہ رہا، حتی کہ شادی بھی نہ کی۔ ان کی جگہ کوئی اور ہوتا تو اس کی علمی خدمات کا ڈنکا بج رہا ہوتا لیکن شہرت کے داغ سے ڈاکٹر صاحب نے کبھی اپنا دامن آلودہ نہ ہونے دیا یہاں تک کہ جب 1994 میں انھیں عالمی شاہ فیصل ایوارڈ کے لیے چنا گیا تو انھوں نے **"میں دنیا کے اجر کا طالب نہیں"** کہہ کر معذرت کر لی۔ خاصی تحقیق و تفتیش و جانفشانی کے بعد قائم شدہ اپنی رایوں پر اصرار کی عادت انھیں نہیں تھی، وہ مخاطب کو اختلاف کا پورا موقع دیتے اور اپنی رائے تھوپتے نہ تھے۔ فرانس میں مشینی ذبیحہ ملتا تھا اور ڈاکٹر صاحب اس کی حلت کے قائل نہ تھے، بس پھر کیا تھا بطور احتیاط اس مردِ درویش نے گوشت کا استعمال ہی ترک کر دیا۔

وفات: عمر کے آخری ایام میں ڈاکٹر حمید اللہ نے اپنی بھتیجی کے اصرار پر فلوریڈا (امریکہ) میں قیام پذیر ہو گئے تھے۔ وہیں 17 دسمبر 2002 کو عالم اسلام کا یہ مایہ ناز سپوت 94 سال کی عمر پا کر خالق حقیقی سے جا ملا۔ ان کی تعریف یا تذکرہ کافی نہیں بلکہ ان کے نظریات کو عملی جامہ پہنانا خصوصاً خلافت کے از سر نو قیام اور اتحاد عالم اسلامی کے بارے میں ان کے خیالات کی عملی تطبیق ہی انھیں خراج عقیدت پیش کرنے کا اصل طریقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ انھیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔

آمین!